Fikr-o-Nasar (Islamabad) 38:4 (2001)

شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیفات کے خطی نسخے
(پاکستان کے کتب خانوں میں)

سفیر اختر ☆

بارہویں صدی ہجری / اٹھارہویں صدی عیسوی میں جن اہل علم و دانش نے امتِ مسلمہ، اور بالخصوص مسلمانانِ برصغیر کی فکری رہنمائی کی، اور جن کے خیالات کی چھاپ عہد حاضر کی مسلم سوچ پر نمایاں ہے، ان میں سے ایک شاہ ولی اللہ دہلوی (م۱۱۷۶ھ) ہیں۔ شاہ صاحب کے علمی سرمائے سے مسلسل استفادہ کیا جا رہا ہے، اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے ادارے قائم ہیں۔[1] یہ ادارے جہاں شاہ صاحب کے فکر و فلسفہ پر اہل علم کی کاوشیں شائع کر رہے ہیں، وہیں شاہ صاحب کی تصنیفات تصحیح و تحقیق کے جدید معیار پر شائع کرنے، اور ان کے مستند تراجم فراہم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اس حوالے سے ضروری ہے کہ شاہ صاحب کی تصنیفات کے خطی نسخوں کی نشان دہی کی جائے تاکہ اہل تحقیق صحیح تر متن کی تعیین کر سکیں۔

برصغیر میں مطابع کے رواج کے ساتھ ہی شاہ صاحب کی تصنیفات شائع ہونے لگی تھیں۔ جن مطابع نے شاہ صاحب کی تصنیفات بطورِ خاص شائع کیں، ان میں غالباً مطبع احمدی- ہوگلی کو زمانی فوقیت حاصل ہے۔ اس مطبع سے سید احمد شہید کی تحریک اصلاح و جہاد سے وابستہ اہل قلم کی کتابوں کے ساتھ شاہ صاحب کی تصنیفات اور ان کے تراجم شائع ہوئے تھے۔ یہ مطبع مولوی سید عبداللہ بن میر بہادر علی حسینی نے قائم کیا تھا۔ میر بہادر علی حسینی فورٹ ولیم کالج- کلکتہ کے نامور مؤلف و مترجم تھے، ان کے صاحبزادے مولوی سید

☆ چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.　http://iri.iiu.edu.pk/

عبداللہ نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی اور سید احمد شہید کے مرید تھے، ان کے ہمراہ ۱۲۳۷-۱۲۳۹ھ میں حج کا سفر کیا تھا، واپسی پر ہوگلی میں انہوں نے یہ مطبع قائم کیا۔ مولوی سید عبداللہ کا ۱۲۶۵ھ میں انتقال ہوا۔(۲)

مطبع احمدی- ہوگلی سے "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" (اشاعت ۱۲۴۹ھ)، "فتح الخبیر" (اشاعت ۱۲۴۹ھ)، "چہل حدیث" (باترجمہ اردو، اشاعت ۱۲۵۴ھ) اور "وصیت نامہ مع رسالہ دانش مندی" (بدون تاریخ) شائع ہوئی تھیں۔

دوسرا مطبع جس نے تیرہویں صدی ہجری کے نصف آخر میں شاہ صاحب کے علمی سرمائے کی اشاعت کی، اور جسے اس حوالے سے مطبع احمدی- ہوگلی پر برتری حاصل ہے کہ اس نے شاہ صاحب کی ضخیم اور نسبتاً اہم تر کتابیں پیش کیں، وہ مولانا محمد احسن نانوتوی (م۱۳۱۲ھ) کا قائم کردہ مطبع صدیقی- بریلی تھا۔(۳) اس مطبع سے "ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء" (اشاعت ۱۲۸۶ھ) اور "حجۃ اللہ البالغہ" (اشاعت ۱۲۸۶ھ) پہلی بار شائع ہوئی تھیں۔

ان مطابع کے بعد خانوادہ شاہ ولی اللہ کے ایک فرد مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی نے اس میدان میں قدم رکھا۔ مولوی صاحب شاہ رفیع الدین کے نواسے کے پوتے تھے۔ انہوں نے دہلی میں غالباً چودہویں صدی ہجری کے بالکل آغاز میں "مطبع احمدی" قائم کیا اور ۲۰-۲۲ برس شاہ ولی اللہ اور ان کے اخلاف کی تحریریں شائع کرتے رہے۔(۴) ان کی شائع کردہ کتب میں شاہ ولی اللہ کی یہ تصانیف شامل ہیں: "الارشاد الی مہمات الاسناد" (اشاعت ۱۳۰۷ھ)، "سطعات" (اشاعت ۱۳۰۷ھ)، "الطاف القدس" (باترجمہ اردو، اشاعت ۱۳۰۷ھ)، "ہوامع" (اشاعت ۱۳۰۷ھ)، "مکتوبات مع مناقب امام بخاری" (اشاعت ۱۳۰۸ھ)، "فیوض الحرمین" (باترجمہ اردو، اشاعت محرم ۱۳۰۸ھ)، "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" (اشاعت ۱۳۱۱ھ)، "انفاس العارفین" (اشاعت بدون تاریخ)، حسن العقیدہ (اشاعت بدون تاریخ)۔

مولانا محمد احسن نانوتوی کے ربیب مولوی عبدالاحد (م۱۳۴۸ھ) نے منشی ممتاز علی بن شیخ امجد علی سے مطبع مجتبائی- دہلی خریدا تو مطبع صدیقی- بریلی کی روایت کے بموجب اس

نے بھی شاہ صاحب کی تصنیفات کی اشاعت پر توجہ مرکوز کی، اس نے مولانا محمد احسن نانوتوی کے قلم سے ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' کا ترجمہ ''کشاف'' (اشاعت ۱۳۰۷ھ) اور '' عقد الجید'' کا ترجمہ ''سلک مروارید'' (اشاعت ۱۳۰۹ھ) شائع کیا۔ مزید براں ''قرۃ العینین'' (اشاعت ۱۳۱۰ھ)، ''کشف الغین فی شرح رباعیتین'' (اشاعت ۱۳۱۰ھ)، '' قصیدہ اطیب النغم'' (اشاعت ۱۳۰۸ھ)، اور '' قصیدہ ہمزیہ'' (اشاعت ۱۳۰۸ھ) مطبع مجتبائی کی مطبوعات میں شامل ہیں۔

مولانا محمد انور شاہ کاشمیری (م ۱۳۵۱ھ) اور ان کے احباب و تلامذہ کی کوششوں سے ۱۳۴۸ھ میں مجلس علمی-ڈابھیل کی داغ بیل پڑی، اس ادارے نے بھی شاہ صاحب کی کتابوں میں دلچسپی لی۔ اس کی جانب سے ''الخیر الکثیر'' (اشاعت ۱۳۵۴ھ)، ''البدور البازغۃ'' (اشاعت ۱۳۵۴ھ) اور '' تفہیمات الٰہیہ'' (اشاعت ۱۳۵۵ھ) شائع ہوئیں۔

شاہ صاحب کے ان ناشرین کو شاہ صاحب کی کتابیں شائع کرتے ہوئے یہ دقت پیش آئی کہ کتابوں کے خطی نسخے کچھ زیادہ تعداد میں انہیں ہم دست نہ ہوسکے۔ مطبع احمدی- ہوگلی نے جب ''فتح الخبیر'' شائع کی تو ناشر کے سامنے اس کا واحد نسخہ تھا۔(۵) مولانا محمد احسن نانوتوی نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' شائع کی تو ان کے سامنے چار نسخے تھے۔(۶) ''ازالۃ الخفا'' کے متن کی تصحیح و تعیین تین نسخوں کے تقابل سے کی گئی تھی،(۷) ''البدور البازغۃ'' کی اشاعت کے لیے مجلس علمی کو تین نسخے ملے تھے۔(۸) ''قرۃ العینین'' کی اشاعت مجتبائی صرف ایک نسخے پر مبنی تھی۔

گزشتہ صفحات میں جن مطابع اور ناشرین کا ذکر کیا گیا ہے، یہ کلکتہ، بریلی، دہلی اور ڈابھیل میں واقع تھے۔ اصحاب مطابع نے اپنے اپنے حلقہ اثر میں شاہ صاحب کی تصنیفات کے خطی نسخے تلاش کیے، اور اپنے ذاتی مزاج، ذوق اور معیار تحقیق کے مطابق کبھی ایک ہی نسخے پر اکتفاء کیا، اور کبھی دو تین نسخے دیکھ لیے۔ ایک صدی پیشتر غالباً دور دراز کے دیہات میں موجود خطی نسخوں تک رسائی، ان کے مالکوں سے ان کا حصول یا خطی نسخوں کی نقول کی فراہمی آسان نہ تھی۔ گو شاہ صاحب اور ان کے خانوادے کی فیض رسانی کے نتیجے

میں شاہ صاحب کی تصنیفات برصغیر میں دور دور تک پہنچ گئی تھیں، اور بالخصوص ان خطوں میں جہاں مسلمان اپنی مقامی زبانوں کے لیے فارسی و عربی رسم الخط استعمال کرتے ہیں۔

برصغیر کا جو خطہ آج مملکت خداداد پاکستان کہلاتا ہے، اس کی مقامی زبانیں عربی و فارسی رسم الخط ہی میں لکھی جاتی ہیں، نیز اس خطے سے شاہ صاحب کا گہرا تعلق تھا، ان کی تعلیم، نیز ان کے فکر و دانش کی تشکیل میں اس خطے کے اہل علم کا ایک حصہ ہے۔ شاہ صاحب کے اساتذہ میں حاجی محمد فاضل سندھی کا نام شامل ہے جن سے انہوں نے تجوید و قراء ت میں استفادہ کیا تھا۔ شاہ صاحب نے اپنے استاد کا ذکر ''فتح الرحمٰن'' کے مقدمے میں ان الفاظ میں کیا ہے:

قال العبد الضعيف ولی الله بن عبدالرحيم عفی عنه قرات القرآن كله من اوله الی آخره بروايت حفص عن عاصم علی الصالح الثقة حاجی محمد فاضل السندی ١١٥٤ھ قال تلوته الی آخره بروايت حفص علی الشيخ عبدالخالق شيخ القراء بمحروسته دهلی۔(٩)

(بندہ ضعیف ولی اللہ بن عبدالرحیم عفی عنہ نے کہا کہ میں نے قرآن مجید اول تا آخر بروایت حفص بن عاصم، صالح ثقہ حاجی محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۴ھ میں پڑھا، اور انہوں نے اسے اوّل سے آخر تک بروایت حفص دارالسلطنت دہلی کے شیخ القراء شیخ عبدالخالق سے پڑھا۔)

شاہ صاحب کے اس اقتباس سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ حاجی محمد فاضل سندھی، زیارت حرمین سے فیض یاب تھے، اور وہ شیخ القراء شیخ عبدالخالق کے شاگرد تھے، مگر کتبِ رجال و تذکرہ سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ سندھ میں کس گوٹھ یا ٹنڈو کے رہنے والے تھے، کب دہلی گئے، اور کب فوت ہوئے۔ ان سے کوئی کتاب یادگار ہے یا نہیں؟

شاہ صاحب ۱۱۴۳ھ میں (بہ عمر ۲۷ سال) بغرضِ حج ارضِ حجاز روانہ ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ سفر پنجاب اور سندھ کے راستے کیا تھا، لاہور میں ان کا قیام حاجی محمد سعید (م۱۱۶۲ھ) کے مدرسے میں رہا تھا۔ حاجی محمد سعید اپنے وقت کے معروف متصوف اور جید عالم تھے۔ وہ پہلے قادری سلسلے میں بیعت تھے، پھر شیخ محمد اشرف لاہوری (م۱۱۰۴ھ) سے

شطاری سلسلے میں بیعت ہوئے اور حافظ سعد اللہ مجددی نے انہیں نقشبندی سلسلے میں اجازتِ بیعت دی تھی۔ حاجی محمد سعید کی تصنیفات میں ''تفسیر مبین''، ''رسالہ اذکار قادریہ''، ''رسالہ دربیان ظہور''، ''تنزلات''، ''رسالہ ہمہ اوست''، ''قائدالانام الی بیت الحرام'' اور ''مکتوبات'' کا ایک مجموعہ شامل ہے۔ اخوند محمد رفیع پشاوری نے ان کے ملفوظات ''قران السعدین'' کے نام سے مرتب کیے ہیں۔[10]

شاہ صاحب نے لاہور کے مختصر قیام کے دوران میں حاجی محمد سعید سے شطاری سلسلے کے بزرگ محمد غوث گوالیاری (م ۹۷۰ھ) کی تالیف ''جواہر خمسہ'' کے اعمال کی اجازت حاصل کی تھی۔[11]

شاہ صاحب کے سفر حج میں ان کے نیاز مندوں کی ایک جماعت ان کے ہمراہ تھی، سفر حج میں شاہ صاحب کے ساتھی، ان کے برادر نسبتی اور ان کے اولیں سوانح نگار شاہ محمد عاشق پھلتی (م۱۱۸۷ھ) کے بقول دورانِ سفر میں ان کے گرد علامۃ الناس کا ہجوم رہتا تھا:

'' از ہمہ جا علماء و طلبہ خیر مقدم فیض لزوم ایشاں شنیدہ می دویدند و سعی ہامی نمودند''۔[12]

نصرپور (نزد ٹھٹھہ) میں سندھ کے متعدد علماء دور دور سے آکر ان سے بیعت ہوئے اور انہوں نے شاہ صاحب سے اوراد و اشغال کی اجازت حاصل کی۔[13] اس سفر کے بعد سندھ کے جن اہل علم نے شاہ صاحب سے رہنمائی حاصل کی، ان میں ہدایت اللہ تتوی اور سید محمد خان سندھی کے ناموں کا ذکر شاہ محمد عاشق پھلتی نے کیا ہے۔[14] ایک دوسرے نمایاں اور معروف فرد مخدوم محمد معین تتوی (۱۰۹۳-۱۱۶۱ھ) ہیں۔ مخدوم محمد معین بلند پایہ عالم، صوفی اور شاعر تھے۔ ان کی چھوٹی بڑی ۲۰ تصنیفات میں ''دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنہ بالحبیب'' معروف ہے۔ مخدوم صاحب مذاہب فقہ کی تقلید سے انکار کرتے تھے اور عمل بالحدیث کے داعی تھے، مگر نظریہ وحدت الوجود کے پرجوش مبلغ تھے، اور اس حوالے سے شیخ اکبر ابن عربی کے شیدائی تھے، اور اسی نسبت سے امام ابن تیمیہ کے شدید دشمن تھے۔ اہل بیت کی محبت میں ان کا یہ حال تھا کہ حضرت حسینؓ کا ماتم کرتے تھے، اور حضرت معاویہؓ کی تنقیص میں بہت سخت تھے۔ مروان کو کافر گردانتے تھے۔ ابو طالب کے ایمان کے قائل تھے۔ خلفائے راشدین کی فضیلت میں ان کا معیار اہل سنت سے الٹ تھا۔ ان کے نزدیک

حضرت علیؓ امت میں سب سے افضل ہیں، ان کے بعد حضرت عثمانؓ، پھر حضرت عمر فاروقؓ اور آخر میں حضرت ابوبکرؓ کا درجہ ہے۔ حضرت فاطمہؓ کو حضرت رسول اکرمؐ کے متروکہ اموال کا وارث مانتے تھے۔

مخدوم محمد معین سندھی، عمر میں شاہ صاحب سے تقریباً بیس سال بڑے تھے۔ انہوں نے شاہ صاحب سے بطور شاگرد تو شاید استفادہ نہ کیا ہو، مگر انہوں نے دہلی جا کر شاہ صاحب سے اجازتِ روایت ضرور حاصل کی(۱۵) جس کا ذکر انہوں نے اپنی تحریروں میں کیا ہے۔(۱۶) مخدوم محمد معین کے نام شاہ صاحب کے متعدد مکتوبات ہیں، ان میں سے ایک مکتوب کا عنوان ہے: "[مکتوب] متضمن کشف شبہات و رفع ایراد ایشاں [مخدوم محمد معین] درکلام تقی الدین احمد ابن تیمیہ حنبلی و بیان فضائل و تنویہ شان او در زمرہ سائر علمائے اہل سنت ورد جمعی کہ زبان طعن در حق وے دراز کنند---"۔(۱۷)

ٹھٹھہ کے قریب اگھم کوٹ کے رہنے والے ایک اور سندھی بزرگ محمد شریف بن خیر اللہ بن عبدالغنی سندھی دہلی جا کر شاہ صاحب سے بیعت ہوئے تھے۔ شاہ صاحب نے انہیں ارشاد و تلقین کے بعد ۱۱۵۳ھ میں سند دی۔(۱۸) محمد ہاشم بن شیخ محمود تتوی نام کے ایک کاتب کا لکھا ہوا نسخہ "کشف الغین فی شرح رباعیتین" عجائب گھر کراچی میں محفوظ ہے۔(۱۹) یہ نسخہ شاہ صاحب کی زندگی میں ۲۵ صفر ۱۱۵۰ھ کو مکمل ہوا، اور بقول کاتب مؤلف کے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔ ان معلومات سے یہ امر متبادر ہے کہ محمد ہاشم بن شیخ محمود بھی شاہ صاحب کے فیض یافتگان میں سے تھے۔

سندھ نژاد اہلِ علم کے ساتھ موجودہ صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے شیخ محمد عمر پشاوری، شاہ محمد غوث (جو بعد میں لاہور منتقل ہوگئے اور لاہوری کی صفت نسبتی سے معروف ہوئے) اور سید نور شاہ افغانی بھی شاہ صاحب کے ساتھ سلسلۂ مراسلت رکھتے تھے، اور ان کے نام شاہ صاحب کے چند مکتوبات محفوظ ہیں۔(۲۰) شیخ محمد عمر پشاوری (۱۰۸۴-۱۱۹۰ھ) پشاور کے قریب موضع چمکنی کے رہنے والے تھے۔ نقشبندی صوفی شیخ سعدی لاہوری اور ان کے خلیفہ حضرت شیخ محمد یحییٰ معروف بہ حضرت جی اٹکی سے بیعت تھے، اور آخر الذکر نے انہیں خلافت سے نوازا تھا۔ شیخ محمد عمر پشاوری کی اصلاحی و دینی سرگرمیوں میں ان کی فارسی، عربی

نیز پشتو زبان میں تصنیف و تالیف بھی شامل ہے۔ ان سے ''توضیح المعانی'' (پشتو، شرح خلاصہ کیدانی)، ''شمائل نبوی''، ''نسب نامہ'' (پشتو)، ''شمس الہدیٰ'' اور سلسلہ نقشبندیہ کا تذکرہ ''ظواہر السرائر'' (فارسی) یادگار ہے۔ شیخ محمد عمر کے صاحبزادے محمدی میاں مؤلف ''مقاصد الفقہ'' و ''برہان الاصول'' (عربی) بھی بڑے فقیہ اور عالم تھے۔[۲۱]

شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری (۱۰۸۴-۱۱۵۲ھ) ایک صاحب علم خانوادے کے چشم و چراغ تھے، اور خود بڑے پائے کے صوفی اور عالم تھے۔ اپنے والد سید حسن پشاوری سے قادری سلسلے میں مجاز بیعت تھے۔ ان کی علمی یادگاروں میں ''اسرار التوحید'' (عربی)، ''رسالہ اصول حدیث'' (عربی) ''شرح قصیدہ غوثیہ'' (فارسی) اور صحیح بخاری کی شرح (''شرح غوثیہ'') شامل ہیں۔[۲۲]

پنجاب کے حاجی محمد سعید کا ذکر کیا جا چکا ہے جن سے شاہ صاحب نے ''جواہر خمسہ'' کی اجازت حاصل کی تھی، ایک اور عالم شیخ جاراللہ بن عبدالرحیم لاہوری ثم مدنی کا ذکر ملتا ہے جو شاہ صاحب کے مکتوب الیہ ہیں، اور جنھیں شاہ صاحب نے ۱۱۷۳ھ میں سند دی تھی۔[۲۳] خواجہ خدا بخش ملتانی (۱۱۵۰-۱۲۵۳ھ) نے بھی ایک روایت کے مطابق شاہ صاحب سے اجازت حدیث حاصل کی تھی۔[۲۴]

اس امر کا امکان ہے کہ شاہ صاحب سے مراسلت رکھنے والے ان اہلِ علم اور ان کے فیض یافتگان کے ذریعے شاہ صاحب کی کتابیں ان کے حینِ حیات پنجاب، سرحد اور سندھ کے علمی حلقوں میں متعارف ہوئیں، اور بعد ازاں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، نیز دوسرے اُن بزرگوں کے ذریعے یہ روایت مضبوط تر ہوگئی جو ایک طرف شاہ صاحب کے خوشہ چین تھے، اور دوسری طرف انہوں نے پنجاب و سندھ کے اہل علم سے بھی استفادہ کیا تھا، مثال کے طور پر حاجی رفیع الدین خان مراد آبادی شاہ صاحب کے شاگرد تھے، اور انہوں نے سید شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری کا ذکر اپنے پیر و مرشد کے طور پر کیا ہے۔[۲۵] ان بزرگوں کے علاوہ ماضی قریب میں فکر ولی اللہی کو آگے بڑھانے میں جن اہلِ علم نے جہد و سعی کی، ان میں پنجاب کے مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے دامنِ ارادت و تلمذ سے وابستہ مولانا نورالحق علوی، شیخ بشیر احمد، پروفیسر محمد سرور، ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتہ،

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی اور متعدد دوسرے افراد کا تعلق پنجاب و سندھ سے ہے، ان حضرات نے ماضی قریب میں شاہ صاحب کی تخلیقات کی فراہمی اور ان کی تحقیق و تعارف میں قابل قدر کام کیا ہے۔ اس طرح گزشتہ دو صدیوں میں شاہ صاحب کی تصنیفات کا ذخیرہ خطۂ پاکستان کے کتب خانوں میں جمع ہوا، گو وقت کی غارت گری اور میراث مکتوب کی جانب ہماری عدم توجہی کے نتیجے میں لازماً اس ذخیرے کا ایک حصہ ضائع بھی ہوا، تاہم پاکستان کے کتب خانوں میں شاہ صاحب کی کتابوں کا قابل لحاظ ذخیرہ خطی صورت میں موجود ہے۔ ذیل میں پہلے شاہ صاحب کی ایک غیر مطبوعہ تصنیف، اور پھر قرآن، حدیث، فقہ و اصول فقہ، سیرۃ النبی، تاریخ اسلام، تصوف اور دوسرے علوم پر ان کی تصنیفات کے نسخوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

☆ الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین (عربی)

اس رسالے کا ایک نسخہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری۔ پٹنہ کی زینت ہے جو شاہ صاحب کے ایک شاگرد شیخ محمد بن پیر محمد کا مکتوبہ ہے، اس نسخے کے آخر میں شاہ صاحب نے محرم ۱۱۶۰ھ میں کاتب کو اس رسالے کی روایت کی اجازت دی ہے۔(۲۶) یہ رسالہ تا حال غیر مطبوعہ ہے۔ ''الفضل المبین'' کا ایک نسخہ کتب خانہ مولوی محمد علی۔ مکھڈ (ضلع اٹک) میں محفوظ ہے۔ ۳۶ اوراق پر مشتمل یہ نسخہ ۱۱۹۵ھ میں لکھا گیا ہے۔(۲۷)

☆ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (فارسی)

شاہ صاحب کے فارسی ترجمۂ قرآن کے متعدد خطی نسخے دستیاب ہیں۔ ان میں سے ایک ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ عظمت اللہ بن حافظ لطف اللہ نامی کاتب نے ۱۱۷۲ھ میں تحریر کیا، اور سیّد نور شاہ نے شاہ صاحب کی زندگی کے آخری چار برسوں میں کسی وقت اس پر شاہ صاحب سے اجازتِ روایت حاصل کی۔ شاہ صاحب کے مکتوب الیھم میں ایک ''سید نور شاہ افغانی'' کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، غالب گمان اس بات کا ہے کہ یہ اجازہ ان ہی کے لیے لکھا گیا تھا۔ شاہ صاحب کے الفاظ ہیں:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ الحمدللّٰہ وحدہ اما بعد فقد سمع علی طرفا من هذه الکتاب المسمیٰ بفتح الرحمٰن فی ترجمة القرآن صاحب هذه النسخه السید نور شاہ و اجزت له روایة سائرہ، وانا الفقیر مولف الکتاب احمد المدعو بولی اللّٰہ کان اللّٰہ له فی الاوّل والاخری والحمدلله۔

''فتح الرحمٰن'' کے اس نسخے پر کاتب کی تحریر سے مختلف خط میں عربی اور فارسی میں بعض توضیحات حاشیے میں درج کی گئی ہیں۔ کیا یہ توضیحات اجازہ حاصل کرنے والے سید نور شاہ کے قلم سے ہیں؟ اور اگر یہ سیّد نور شاہ کی تحریر کردہ ہیں تو کیا یہ شاہ صاحب کے فکر سے مستفاد ہیں؟ یہ جملہ توضیحات ایک تیسرے سوادِ تحریر میں ''فتح الرحمٰن'' کے خاتمے پر بطور ضمیمہ یک جا کر دی گئی ہیں۔ ''فتح الرحمٰن'' کے اس خطی نسخے میں، جو شاہ صاحب کی زندگی میں کتابت ہوا تھا، متداول مطبوعہ نسخے (مطبع ہاشمی- میرٹھ، ۱۲۸۵ھ) کے بعض نکات میں اضافے ہیں، اور بعض نکات صرف اس خطی نسخے ہی میں ہیں۔ اس لحاظ سے ''فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن'' کے کسی بھی جدید ایڈیشن کی تصحیح و تحقیق میں اس خطی نسخے سے استفادہ ناگزیر ہے۔[۲۸]

''فتح الرحمٰن'' کا دوسرا خطی نسخہ اسلامیہ کالج، پشاور یونیورسٹی- پشاور کے ذخیرہ مخطوطات میں ہے۔ اس نسخے کے تعارف میں مولوی عبدالرحیم کلاچوی (م۱۳۶۹ھ) نے ۸۵ برس پہلے لکھا تھا: ''فتح الرحمٰن مع دیباچہ وضمیمہ مشتمل برخصوصیات ترجمہ- یہ دیباچہ اور ضمیمہ نسخہ ہائے مطبوعہ میں نہیں پائے جاتے۔۔۔''[۲۹] اس نسخے میں جس دیباچے کا ذکر کیا گیا ہے، وہ مطبع ہاشمی- میرٹھ (۱۲۸۵ھ) کی اشاعت میں شامل ہے، اور ضمیمہ سے مراد ''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' ہے۔

جناب احمد منزوی نے مزید چھ نسخوں کا ذکر بایں تفصیل کیا ہے۔[۳۰]

-- نسخہ کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد، مکتوبہ ۱۲ ویں صدی ہجری۔

-- نسخۂ دوم کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد، مکتوبہ ۱۲ ویں صدی ہجری۔

-- نسخہ کتب خانہ محمد شفیع اللہ، بام خیل مردان، مکتوبہ ۱۲ ویں صدی ہجری، کاتب خواجہ محمد امین دہلوی۔
-- نسخہ کتب خانہ خانقاہ مہریہ- گولڑہ شریف (اسلام آباد)، مکتوبہ ۱۲۸۴ھ
-- نسخہ کتب خانہ پشاور یونیورسٹی- پشاور، مکتوبہ ۱۲۹۷ھ
-- نسخہ سوم کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد، مکتوبہ ۱۳ ویں صدی ہجری (از سورۃ یٰسین یا سورۃ الاعلیٰ)

☆ المقدمہ فی قوانین الترجمہ (فارسی)

"المقدمہ فی قوانین الترجمہ" کے ایک نسخے کا ذکر "فتح الرحمٰن" کے نسخے کے ساتھ کیا جا چکا ہے جو اسلامیہ کالج، پشاور یونیورسٹی- پشاور میں محفوظ ہے۔ "المقدمہ" کا ایک ایک نسخہ دارالدعوۃ السّلفیہ- لاہور اور کتب خانہ خانقاہ مہریہ- گولڑہ شریف میں موجود ہے۔[۳۱] ان تینوں نسخوں سے مختلف ایک اور نسخے کا عکس ڈاکٹر احمد خان کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں ہے۔[۳۲]

☆ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (فارسی)

اس متداول متن کے چار نسخے دستیاب ہیں۔[۳۳]
-- نسخہ کتب خانہ ہمدرد- کراچی، مکتوبہ ۱۲ ویں صدی ہجری
-- نسخۂ دوم کتب خانہ ہمدرد- کراچی (مجلد با "فتح العزیز")، مکتوبہ ۱۲۳۹ھ
-- نسخہ کتب خانہ مہریہ- گولڑہ شریف (اسلام آباد)، مکتوبہ ۱۲۸۴ھ
-- نسخہ کتب خانہ اسلامیہ کالج، پشاور یونیورسٹی- پشاور، بلا تاریخ

☆ فتح الخبیر فیما لابد من حفظہ فی علم التفسیر (فارسی)

" فتح الخبیر" گو الگ کتاب کی حیثیت سے معروف ہے، مگر اصلاً یہ " الفوزالکبیر فی اصول التفسیر" کا پانچواں باب ہے۔ ربیع الاول ۱۲۳۶ھ کا مکتوبہ ایک نسخہ قومی عجائب گھر-کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔[۳۴]

☆ المصفیٰ (فارسی)

موطا امام مالک کی شرح ''المصفیٰ'' کا مبیضہ شاہ صاحب کی رحلت کے بعد شاہ محمد عاشق پھلتی کی نگرانی میں تیار ہوا تھا، اس کی روداد مطبوعہ نسخے (مطبع فاروقی-دہلی، ۱۲۹۳ھ) کے آخر میں درج ہے۔ شاہ محمد عاشق کے تیار کردہ نسخے کی نقل پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرہ شیرانی کی زینت ہے۔[۳۵]

☆ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (عربی)

عقد الجید کا ایک نسخہ کتب خانہ اسلامیہ کالج- پشاور میں ہے،[۳۶] اور دوسرا کتب خانہ سندھ یونیورسٹی- جام شورو میں محفوظ ہے۔ آخر الذکر نسخہ عبدالکریم بن عثمان نوشہرائی سندھی نے ۱۲۹۶ھ میں کتابت کیا ہے۔[۳۷]

☆ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (عربی)

اس کتاب کا ایک نسخہ اسلامیہ کالج پشاور میں ہے۔[۳۸]

☆ حجۃ اللہ البالغہ (عربی)

حجۃ اللہ البالغہ کا ایک نہایت قیمتی نسخہ قومی عجائب گھر کراچی میں محفوظ ہے۔ قبل ازیں یہ نسخہ پیر محب اللہ شاہ آف پیر جھنڈا کے کتب خانے کی زینت تھا۔ یہ نسخہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی نظر سے گزرا ہے۔ ان کے الفاظ میں:

> شاہ ولی اللہ صاحب کی وفات کے سات سال بعد اس کی کتابت ہوئی ہے اور کاتب کا نام محمود بن محمد ہے جو کہ سندھیوں کی ایک مشہور قوم پلیجہ کا فرد ہے۔ اس نسخہ کی کتابت کی تاریخ بعد عشاء ۹ رجب ۱۱۸۳ھ بتائی گئی ہے۔ اس کی کتابت میں کاتب نے اپنے فن کتابت کا اس طرح مظاہرہ کیا ہے کہ اتنی ضخیم کتاب کو صرف ایک سو چوالیس ڈیمی سائز کے اوراق میں ختم کیا ہے اور لطف یہ ہے کہ تحریر بھی صاف ہے اور یہ نسخہ اعلیٰ درجہ کی صحت کا حامل ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتب کی طرف سے یہ عبارت مسطور ہے: ''وقع الفراغ من تحریر

الجنۃ البالغہ بعد العشاء لآخر لیلۃ الخمیس تاسع شہر رجب الفرد الحرام ۱۱۸۳ ثلاث و ثمانین وملئۃ بعد الالف من الھجرۃ علی صاحبھا افضل الصلوٰت واشرف التسلیمات علی ید اجوح العباد الی ربہ المعبود مسکین محمود بن محمد الملقب بالطاھر بن محمود پلیجہ کھڈی عفی اللہ عنہ و رحمہ والدیہ وآباء مع المومنین۔ کھڈی حیدر آباد کے نواح میں کوئی گاؤں ہے۔(۳۹)

☆ سرور المحزون فی ترجمۃ نور العیون (فارسی)

سیرۃ النبی کے موضوع پر اس مختصر سے کتابچے کے نسخے نسبتاً زیادہ دستیاب ہیں۔ جناب احمد منزوی نے پندرہ نسخوں کی نشاندہی بایں تفصیل کی ہے۔(۴۰)

-- نسخہ کتب خانہ خلافت- ربوہ، مکتوبہ ۱۲ ویں صدی ہجری
-- نسخہ کتب خانہ محمد اجمل چشتی فاروقی- چشتیاں (بہاول نگر)، مکتوبہ ۱۱۹۸ھ
-- نسخہ کتب خانہ منشی عبدالقیوم- میرووال (شیخوپورہ)، مکتوبہ ۱۳ ذی حجہ ۱۲۳۲ھ
-- نسخہ کتب خانہ محمد اسماعیل نوشاہی اعظمی- مرید کے (شیخوپورہ) مکتوبہ ۱۲۴۱ھ
-- نسخہ کتب خانہ قومی عجائب گھر- کراچی، مکتوبہ ۱۱ رمضان ۱۲۴۱ھ، کاتب شمس الدین کانلوی۔
-- نسخہ کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد، مکتوبہ ۷ شعبان ۱۲۵۰ھ
-- نسخہ کتب خانہ نظامانیاں- ٹنڈو قیصر (حیدر آباد سندھ)، مکتوبہ ۱۲ رجب ۱۲۵۴ھ، کاتب عبدالغفار بن شیخ محمد
-- نسخہ دوم کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد، مکتوبہ ۱۲۶۳ھ
-- نسخۂ کتب خانہ سیّد فقیر گل- متنی (پشاور)، مکتوبہ ۱۲۶۳ھ
-- نسخہ کتب خانہ خواجہ نور احمد- بھکر، مکتوبہ ۱۲۶۴ھ

-- نسخہ ذخیرۂ آذر، پنجاب یونیورسٹی- لاہور، مکتوبہ ٦ رمضان ١٢٦٥ھ، کاتب محمد مرتضیٰ شاہ آبادی

-- نسخۂ سوم کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد، مکتوبہ ١٢٧١ھ، کاتب غلام محی الدین

-- نسخہ کتب خانہ افتخار احمد چشتی سلیمانی- فیصل آباد، مکتوبہ ١٢٧٧ھ، کاتب احسن رضا بن محمد اعظم

-- نسخہ سنٹرل لائبریری- بہاول پور، مکتوبہ ١٣ویں صدی ہجری، کاتب فقیر نور محمد

-- نسخہ کتب خانہ پروفیسر محمد سعید اختر- مرید کے (شیخوپورہ)، مکتوبہ ١٢٩٣ھ، کاتب عزیز احمد بن احمد علی نقشبندی مجددی، مکتوبہ ١٢٩٣ھ

''سرور المحزون'' کا ایک مزید نسخہ کتب خانہ القرشیہ- قلعدار (گجرات) میں ہے۔(۴۱)

☆ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء (فارسی)

''ازالۃ الخفا'' کے تین نسخوں کی اطلاع جناب احمد منزوی نے دی ہے،(۴۲) ان میں سے دو کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد کی زینت ہیں، اور تیسرا نسخہ کتب خانہ نظامانیاں- ٹنڈو قیصر (حیدر آباد۔ سندھ) میں ہے۔ کتب خانہ گنج بخش کا ایک نسخہ تو ناقص الطرفین ہے، البتہ دوسرے نسخے کی اس لحاظ سے اہمیت ہے کہ اس پر لکھی گئی ایک یادداشت کے مطابق اس کا تین نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے، اس کا سالِ کتابت ١٢۴٩ھ ہے، یعنی شاہ صاحب کی رحلت سے کوئی ٧٣ برس بعد کتابت ہوا تھا۔ کتب خانہ نظامانیاں کا نسخہ خدایار بن محمد احمد نے ١٢٦۴ھ میں کتابت کیا تھا۔

☆ القول الجمیل فی بیان سواء السبیل (عربی)

'' القول الجمیل'' کا ایک نسخہ پروفیسر محمد ایوب قادری- کراچی کے کتب خانے میں تھا جو خوبصورت نستعلیق میں لکھا گیا ہے، نسخے پر تاریخ کتابت درج نہیں، مگر کاغذ کی ساخت سے اندازہ ہوتا ہے کہ خاصا قدیم نسخہ ہے۔(۴۳) دوسرا نسخہ، جو تیرہویں صدی کا مکتوبہ ہے، سندھ آرکائیوز۔ کراچی کی زینت ہے۔(۴۴) تیرہویں صدی ہجری کے ایک پنجابی عالم محمد

اکمل بن محمد کامل ملتانی نے ''برائے آں کہ خاص و عام ازاں [القول الجمیل] بہرہ مند شوند آں را بہ فارسی درآوردہ و در دہم ذی قعدہ ۱۲۴۳ھ [۱۸۲۸ء] بہ انجام رسانده است۔'' اس فارسی ترجمے کا خطی نسخہ سنٹرل لائبریری۔ بہاول پور میں محفوظ ہے۔[۴۵] پنجاب یونیورسٹی کے ذخیرہ شیرانی میں '' قول جمیل'' کے ایک نسخے کا ذکر کیا گیا ہے،[۴۶] غالبًا یہی فارسی ترجمہ مراد ہے۔

☆ ہمعات (فارسی)

''ہمعات'' کا ایک نسخہ (مکتوبہ ۱۱ رجب ۱۲۰۶ھ) پنجاب یونیورسٹی کے ذخیرہ شیرانی میں ہے۔[۴۷] دوسرا نسخہ پنجاب پبلک لائبریری میں محفوظ ہے۔[۴۸] ثانی الذکر نسخہ بہاول پور میں معراج الدین احمد قادری نامی شخص نے ۱۳۰۰ھ میں کتابت کیا ہے۔ مولانا نور الحق علوی نے '' ہمعات '' مرتب کرتے ہوئے اولیں اشاعت کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور کے مملوکہ ایک دوسرے نسخے سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے تصحیح شدہ ''ہمعات'' میں درج ''خاتمہ سخن'' کے مطابق:

> نسخہ خطیہ مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری جسے سید سرفراز علی سندیلی [کذا، سندیلوی] نے محرم الحرام ۱۳۰۱ھ میں ختم کیا، بے حد محرف و مسخ شدہ تھا۔ نسخہ مطبوعہ گو اس سے کسی قدر بہتر تھا، مگر وہ بھی باوجود نادر الوجود ہونے کے اغلاط سے پر تھا، اور تو اور کئی مقامات پر عبارات رہی ہوئی تھیں۔ ان ہر دو نسخوں کو ملا کر میں نے ایک ایسا نسخہ مرتب کیا جو باعتبار مجموعی ہر دو سے بدرجہا بہتر ہے، گو اغلاط بعض مقامات پر رہ گئے ہیں، مگر بحمداللہ نسخہ منتفع بہا ہے۔[۴۹]

مولانا نور الحق علوی نے ''ہمعات'' کے اولیں مطبوعہ نسخے کے ساتھ جس خطی نسخے سے استفادہ کیا ہے، مذکورہ بالا دونوں نسخے اس سے قدیم تر ہیں۔

☆ لمعات [لمحات] (فارسی)

'' لمعات'' کا ایک نسخہ (بلا تاریخ کتابت) ذخیرہ شیرانی، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور میں ہے۔[۵۰]

☆ الطاف القدس فی معرفۃ لطائف النفس (فارسی)

''الطاف القدس'' کا بارہویں صدی ہجری کا مکتوبہ ایک نسخہ کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد میں ہے۔(۵۱) مولانا عبدالحمید سواتی نے جب ''الطاف القدس'' کا متن اور اُردو ترجمہ شائع کیا تو انہیں اولیں اشاعت (باہتمام مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی، مع اردو ترجمہ) کے علاوہ کوئی خطی نسخہ دستیاب نہ ہوسکا کہ متن کا مقابلہ کرسکتے۔(۵۲)

☆ تفہیمات الٰہیہ (عربی و فارسی)

''تفہیمات الٰہیہ'' کے تین نسخوں کی نشاندہی جناب احمد منزوی نے کی ہے۔(۵۳) ان میں سے ایک ذخیرہ شیرانی، پنجاب یونیورسٹی- لاہور میں ہے جو شاہ صاحب کی زندگی میں ۱۴ جمادی الاول ۱۱۴۶ھ کو لکھا گیا تھا، اور لکھنے والے ''محمد عاشق'' ہیں۔ ممکن ہے یہ ''محمد عاشق'' شاہ صاحب کے مسترشد اور برادر نسبتی محمد عاشق پھلتی ہوں۔ دوسرے دو نسخے خلافت لائبریری ربوہ میں محفوظ ہیں۔(۵۴) ان میں سے ایک ناقص الاول ہے اور دوسرا عبدالعزیز ساکن [کوٹ] بھوانی داس نے کوٹ قاضی [نزد گوجرانوالہ] میں ۲۴ ؍رجب ۱۳۰۹ھ کو مکمل کیا تھا۔

☆ کشف الغین فی شرح رباعتین (فارسی)

خواجہ محمد باقی باللہ (م ۱۰۱۲ھ) کی دو رباعیوں کی شرح یعنی ''کشف الغین'' کے ایک نسخے کا ذکر کیا جا چکا ہے جو شاہ صاحب کے فیض یافتہ محمد ہاشم بن شیخ محمود تتوی نے شاہ صاحب کے نسخے سے نقل کیا تھا۔ دوسرا نسخہ پروفیسر مولوی محمد شفیع کے ذخیرہ نوادر میں شامل تھا۔(۵۵) یہ آخر الذکر نسخہ لکھنو میں ۱۲۵۳ھ میں لکھا گیا ہے۔

☆ ہوامع (فارسی)

ابوالحسن شاذلی کی معروف کتاب ''حزب البحر'' کی شرح ''ہوامع'' کے حسب ذیل پانچ نسخوں کی نشاندہی جناب احمد منزوی نے کی ہے۔(۵۶)

-- نسخہ کتب خانہ مولانا محمد علی- مکھڈ (اٹک)، مکتوبہ ۱۲۶۰ھ، کاتب ہدایت اللہ پشاوری
-- نسخہ کتب خانہ فخر الاطباء- بدوملہی (سیالکوٹ)، مکتوبہ ۲۳ رجب ۱۲۶۰ھ
-- نسخہ مدرسہ علوم المرتضیٰ- بھلوال (سرگودھا)، مکتوبہ ۱۲۶۱ھ
-- نسخہ دوم کتب خانہ مولانا محمد علی- مکھڈ (اٹک)، مکتوبہ تیرہویں صدی ہجری
-- نسخہ کتب خانہ نصیر احمد- سندھواں تارڑ (گوجرانوالہ)، مکتوبہ تیرہویں صدی ہجری

ایک اور نسخہ جو پنجاب کے ایک بلند پایہ عالم حافظ نور الدین چکوڑوی (م ۱۳۰۲ھ) کا مکتوبہ ہے، کتب خانہ القرشیہ- قلعدار (گجرات) میں محفوظ ہے۔(۵۷)

☆ مقالۃ المرضیہ [الوضیہ] فی النصیحہ والوصیۃ (فارسی)

''مقالۃ المرضیہ [الوضیہ]'' کے جو ''وصیت نامہ'' کے نام سے زیادہ معروف ہے، آٹھ نسخوں کی اطلاع جناب احمد منزوی نے بایں تفصیل دی ہے۔(۵۸)

-- نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان- کراچی، مکتوبہ ۱۲ویں صدی ہجری
-- نسخہ قومی عجائب گھر- کراچی، مکتوبہ ۱۱ رمضان ۱۲۴۱ھ، کاتب شمس الدین
-- نسخہ کتب خانہ افتخار احمد چشتی سلیمانی- فیصل آباد، مکتوبہ ۱۲۷۸ھ، کاتب غلام محمد عباس نگری
-- نسخہ کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد، مکتوبہ ۱۲۸۱ھ
-- نسخہ کتب خانہ مدرسۃ العلوم الشرعیہ- بھل (بھکر)، مکتوبہ ۳ رجب ۱۲۹۱ھ
-- نسخہ کتب خانہ فخر الاطباء- بدوملہی (سیالکوٹ)، مکتوبہ ۱۳ ویں صدی ہجری، کاتب حمایت الاسلام بن شیخ محمد رحمت
-- نسخہ مملوکہ احسان دانش- لاہور، مکتوبہ ۱۴ ویں صدی ہجری
-- نسخہ کتب خانہ مجددیہ- للہ ٹاؤن (جہلم)، مکتوبہ ۱۴ ویں صدی ہجری

'' مقالۃ المرضیہ'' کا ایک اور نسخہ کتب خانہ القرشیہ- قلعدار (گجرات) میں معروف عالم دین حافظ نور الدین چکوڑوی کا مرقومہ محفوظ ہے۔(۵۹)

☆ رسالہ دانش مندی (فارسی)

''رسالہ دانش مندی'' کے ان دو نسخوں کے بارے میں اطلاع ہے۔(۶۰)

-- نسخہ مملوکہ خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور، مکتوبہ ۱۲۸۸ھ

-- نسخہ کتب خانہ مدرسۃ العلوم الشرعیہ- بھل (بھکر)، مکتوبہ ۵ رجب ۱۲۹۱ھ

☆ صرف میر (منظوم)

میر سیّد شریف جرجانی کے متداول درسی متن "صرف میر" کو شاہ صاحب نے نظم کا جامہ پہنایا تھا۔ یہ منظومہ مطبع محمدی- لاہور سے غالبًا پہلی بار شائع ہوا تھا، اور اس کا متن غالبًا لاہور کے کسی صاحبِ علم کے ہاں موجود خطی نسخے پر مبنی تھا۔ "صرف میر" کی ایک اشاعت صوفی عبدالحمید سواتی کی کوششوں سے بھی شائع ہوئی ہے (گوجرانوالہ،۱۳۹۷ھ)۔ "صرف میر (منظوم)" کے اسی سے زائد نسخوں کا اندراج جناب احمد منزوی نے کیا ہے۔(۶۱)

آخر میں بعض ان تصنیفات کے خطی نسخوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کے بارے میں فہرست نگاروں نے اس گمان کا اظہار کیا ہے کہ یہ شاہ صاحب کی تخلیقات ہو سکتی ہیں، یا کوئی تصنیف ان کے نام سے معروف ہے، گو اس کا انتساب ان کی جانب درست نہیں۔

"مکتوبات شاہ ولی" کے نام سے ایک خطی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کے ذخیرہ شیرانی میں محفوظ ہے۔(۶۲) اس میں شامل بعض مکتوبات ۱۱۲۹ھ اور ۱۱۳۱ھ کے مرقومہ ہیں۔ احمد منزوی نے قیاساً لکھا ہے کہ شاید شاہ صاحب کے ہیں۔(۶۳) سندھی ادبی بورڈ- جام شورو کے کتب خانے میں ایک بیاض پر مفتی سید عبدالفتاح حسینی قادری معروف بہ مولوی میر اشرف علی گلشن آبادی (جن کا تذکرہ مولوی رحمان علی نے لکھا ہے)(۶۴) کے پوتے سید بشیرالدین احمد نقوی کی یہ تحریر ہے: "ایں کتاب از دست محدث دہلوی گزشتہ و بایں فقیر رسیدہ است فالحمدللہ فقیر بشیر الدین عفی عنہ"۔ فہرست نگار کے مطابق "یہ محدّث دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م۱۰۵۲ھ) تو ہرگز نہیں ہو سکتے، البتہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۱۷۶ھ) کے امکان پر غور کیا جا سکتا ہے۔"(۶۵)

کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان- اسلام آباد میں ''اثبات اشارہ در نماز'' کے نام سے ایک نسخہ (مکتوبہ ۱۲۸۲ھ) ہے جس کے ترقیمے میں اسے شاہ صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔(۶۶) ''خلاصہ کیدانی'' کے مصنف نے تشہد میں اشارہ سبابہ کو غلط قرار دیا ہے، اور اس کے زیر اثر بعض احناف نے سخت رویہ اختیار کیا ہے، حضرت مجدد الف ثانی بھی ان بزرگوں میں شامل ہیں، تاہم دوسرے اہلِ علم نے اس عمل کو سنت صحیحہ سے ثابت قرار دیا ہے۔ غالباً شاہ صاحب بھی اشارہ سبابہ کے قائل تھے۔

''بلاغ المبین'' (اولیں اشاعت، مطبع محمدی- لاہور، ۱۳۰۷ھ) شاہ صاحب کی جانب منسوب ایک مختصر متن ہے، اسے بعض اہل قلم نے جعلی اور وضعی قرار دیا ہے۔(۶۷) ۱۱۶۶ھ کی یہ تالیف (ازخرد گفتم کہ تاریخش بگو- فی البدیہ نامش بجو) کا ایک نسخہ کتب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان- اسلام آباد میں محفوظ ہے۔(۶۸)

حواشی اور حوالے

۱۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی- حیدر آباد سندھ (قائم شدہ ۱۹۶۳ء) اور شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دو نمایاں ادارے ہیں۔

۲۔ سیّد عبداللہ کے والد میر بہادر علی حسینی کے احوال کے لیے دیکھیے: سیّد محمد، ارباب نثر اردو، لاہور: مکتبہ معین الادب، ۱۹۵۰ء، صفحات ۱۱۱-۱۲۶، محمد یحیٰی تنہا، سیر المصنفین، لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۴۸ء، صفحات ۷۶-۸۱، حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۶ء، صفحات ۱۲۴-۱۲۸

سیّد محمد مولف ''ارباب نثر اردو'' نے سیّد عبداللہ کو میر بہادر علی حسینی کا والد قرار دیا ہے۔ یہی غلطی محمد یحیٰی تنہا اور حامد حسن قادری نے دہرائی ہے۔ سیّد عبداللہ کے لیے دیکھیے: غلام رسول مہر، جماعت مجاہدین، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۵۵ء، ص ۲۸۷، عبدالحلیم چشتی، ''سید احمد شہید کی اردو تصانیف'' و ''اردو ادب پر ان کی تحریک کا اثر---''، کراچی: الرحیم اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، صفحات ۲۸-۳۲ (حاشیہ)، محمد ایوب قادری، اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۸ء، صفحات ۱۹۷-۲۲۸

۳۔ مطبع صدیقی۔ بریلی کی مطبوعات اور بانی مطبع کے احوال و آثار کے لیے دیکھیے: محمد ایوب قادری، محمد احسن نانوتوی، کراچی: روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، ۱۹۶۶ء

۴۔ مولوی سیّد ظہیر الدین احمد ولی اللّٰہی کے لیے دیکھیے: محمود احمد برکاتی، شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، لاہور: تخلیق مرکز، ۱۹۷۶ء، صفحات ۱۷۷-۱۹۸

۵۔ ''فتح الخبیر'' کا یہ نسخہ ہم دست نہیں ہوسکا، یہ اطلاع محمود احمد برکاتی نے دی ہے۔ دیکھیے: حوالہ مذکورہ، ص۷۲

۶۔ کتاب کے خاتمۃ الطبع کے لیے دیکھیے: محمد ایوب قادری، محمد احسن نانوتوی، حوالہ مذکورہ، ص۱۴۴

۷۔ ایضاً، ص ۱۴۵۔ مولانا محمد احسن نے کتاب کے خاتمۃ الطبع میں لکھا ہے: ''باوجود تلاش کثیر صرف سہ نسخہ بہم شدہ بودند--- ہرچند ہر نسخہ مملواز اغلاط بودہ مگر بمقابلہ یک دگرحق صریح اکثر ظاہر می شد دانجاکہ ہر سہ نسخہ در غلطی موافق بودند رجوع بکتب دیگر کردہ می شدہ آید اگر کتب دیگر ہم نشانے بہم رسید چیزے از محو و اثبات بعمل آوردہ شد و اکثر جا از تصرف خود بر حاشیہ اطلاع کردہ ام۔''

۸۔ محمود احمد برکاتی ، حوالہ مذکورہ، ص ۷۲

۹۔ شاہ ولی اللہ، فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن، میرٹھ: مطبع ہاشمی، ۱۲۸۵ھ .

۱۰۔ مفتی غلام سرور لاہوری، حدیقۃ الاولیاء (تحقیق و حواشی محمد اقبال مجددی)، لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، صفحات ۲۰۰-۲۰۳

۱۱۔ شاہ ولی اللہ، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، دہلی: مطبع احمدی، ۱۳۱۱ھ

۱۲۔ محمد عاشق پھلتی، القول الجلی فی ذکر آثار الولی، دہلی: حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، س-ن، ص۲۹

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۹

۱۴۔ ایضاً، ص۸۳، ص۸۸

۱۵۔ مخدوم محمد معین تھوی سندھی کے احوال و آثار میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور ان کی بعض کتب مناسب تحقیق و ترتیب کے ساتھ شائع ہوئی ہیں۔ ان کی حیات و آثار کے لیے دیکھیے: مخدوم محمد ابراہیم خلیل، تذکرہ تکملہ مقالات الشعراء (تصحیح و حواشی سید حسام الدین راشدی)، کراچی: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۸ء، صفحات ۲۴۱-۲۴۵، عبدالرشید نعمانی، مقدمہ ''دراسات اللبیب''، حیدر آباد: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء

۱۶۔ غلام مصطفیٰ قاسمی، ''علمائے سندھ اور شاہ ولی اللہ کے علمی روابط''، ماہنامہ ''الرحیم'' (حیدرآباد-سندھ)، دسمبر ۱۹۶۳ء، صفحات ۱۹-۲۹

۱۷۔ شاہ ولی اللہ، مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی، (ترتیب، تحقیق و تعلیق محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی)، لاہور: المکتبۃ السلفیہ، ۱۹۸۳ء، صفحات ۱۶-۲۳، مزید مکتوبات کے لیے دیکھیے: شاہ ولی اللہ، نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی (تحقیق و ترجمہ نسیم احمد فریدی)، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۱ء، متعلقہ صفحات۔

۱۸۔ سند کے لیے دیکھیے: شاہ ولی اللہ، التفہیمات الٰہیہ، جلد اوّل، ڈابھیل: مجلس علمی، ۱۹۳۶ء، صفحات ۱۰۲-۱۰۴

۱۹۔ سید عارف نوشاہی، فہرست نسخہ ھای خطی فارسی موزہ ملی پاکستان- کراچی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۳ء، ص ۲۵۳

۲۰۔ خلیق احمد نظامی، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۷۸ء، نیز شاہ ولی اللہ، نادر مکتوبات شاہ ولی اللہ، حوالہ مذکورہ-

۲۱۔ شیخ محمد عمر پشاوری کے احوال و آثار کے لیے دیکھیے: محمد امیر شاہ قادری، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، پشاور: عظیم پبلشنگ ہاؤس، س-ن، ۹۲-۱۰۰

۲۲۔ شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری کے احوال کے لیے دیکھیے: پیام شاہجہاں پوری، تذکرہ شاہ محمد غوث، لاہور: اشاعت منزل، ۱۹۶۵ء، محمد امیر شاہ قادری، حوالہ مذکورہ، صفحات ۷۴-۹۱

۲۳۔ یہ اجازہ ''المسویٰ'' (مطبوعہ مکہ معظمہ) میں شائع ہوا ہے۔

۲۴۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۷۸ء، صفحات ۱۷۱-۱۷۳

۲۵۔ دیکھیے: حاجی رفیع الدین خان فاروقی مراد آبادی، پونے دو صدی پیشتر کی ایک تاریخی دستاویز یعنی ہندوستان کا سب سے پہلا سفرنامۂ حجاز، (مرتبہ نسیم احمد فاروقی)، لکھنو: کتب خانہ الفرقان، ۱۹۶۱ء

۲۶۔ مسعود عالم ندوی، ''عکس تحریر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی''، ماہنامہ ''الفرقان'' (بریلی)، شاہ ولی اللہ نمبر، صفحات ۲۴۷-۲۴۸

۲۷۔ نذر صابری، نوادرات علمیہ اٹک، کیمبل پور(اٹک): مجلس نوادرات علمیہ، ۱۹۶۳ء، ص۳۳؛ احمد خان فہرس المخطوطات العربیہ الاسلامیہ فی باکستان، رباط: المنظمۃ الاسلامیہ للتربیۃ والعلوم والثقافۃ، ۱۹۹۷ء الجزء الاوّل، صفحات ۱۵۶-۱۵۷۔ جناب نذر صابری نے خطی نسخے کا سال کتابت ۱۱۵۵ھ درج کیا

ہے، جب کہ جناب احمد خان نے ۱۱۹۵ھ لکھا ہے۔

۲۸۔ اس خطی نسخے کے جملہ حواشی جناب احمد خان نے شاہ صاحب کی اہم تحریر ''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کی تصحیح و تحقیق متن کے ساتھ مرتب کر دیے ہیں، دیکھیے: جناب احمد خان کی کاوش '' ترجمہ قرآن کریم میں شاہ ولی اللہ کے اصول و مناہج''، خدا بخش لائبریری جرنل (پٹنہ)، مارچ ۱۹۹۹ء، صفحات ۳۲-۶۴

۲۹۔ عبدالرحیم، لباب المعارف العلمیہ فی مکتبہ دارالعلوم الاسلامیہ، آگرہ: مطبع آگرہ اخبار، ۱۹۱۸ء، ص ۱۴

۳۰۔ احمد منزوی، فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۳ء، جلد اوّل، صفحات ۶۱-۶۲

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۶۴

۳۲۔ احمد خان، '' ترجمہ قرآن کریم میں شاہ ولی اللہ کے اصول و مناہج''، حوالہ مذکورہ، ص ۶

۳۳۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد اوّل، ص۱۶۲

۳۴۔ سید عارف نوشاہی، حوالہ مذکورہ، ص۲۳

۳۵۔ محمد بشیر حسین، فہرست مخطوطات شیرانی، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۹ء، جلد دوم، ص۳۰۳، نیز ص ۴۰۹

۳۶۔ عبدالرحیم، حوالہ مذکورہ، ص ۱۴۶

۳۷۔ نجم الاسلام، ''ذخیرہ حکیم شمس الدین احمد حیدر آبادی مخزونہ مرکزی کتاب خانہ جامعہ سندھ''، مجلّہ ''تحقیق''(جام شورو-سندھ)، شمارہ ۴ (۱۹۹۰ء)، صفحات ۱۷-۱۸

۳۸۔ عبدالرحیم، حوالہ مذکورہ، ص۱۴۶

۳۹۔ غلام مصطفیٰ قاسمی، '' شاہ ولی اللہ کی تالیفات پر ایک نظر''، ماہنامہ '' الرحیم '' (حیدر آباد- سندھ)، جون ۱۹۶۶ء، ص۳۶

۴۰۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد دہم، صفحات ۳۰۶-۳۰۷

۴۱۔ ہجرۃ کونسل، کتب خانہ القرشیہ- قلعدار [گجرات]، ''کتاب دوست'' (اسلام آباد)، شمارہ۲ (رمضان ۱۴۰۶ھ)، صفحات ۱۰۵- ۱۰۶

۴۲۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد دوم، صفحات ۱۰۲۷-۱۰۲۸، جلد دہم، صفحات ۳۰۷-۳۰۸

۴۳۔ شاہ الحق، ''کراچی کے دو نجی کتب خانے''، سہ ماہی ''الزبیر''، (بہاول پور)، کتب خانہ نمبر، ۱۹۶۷ء، ص ۳۱۱

۴۴۔ سید خضر نوشاہی، فہرست مخطوطات ڈکٹر نبی بخش بلوچ مخزونہ سندھ آرکائیوز- کراچی، مجلّہ ''تحقیق'' (جام شورو- سندھ)، شمارہ ۱۲-۱۳ (۹۹-۱۹۹۸ء)، ص۸۵۱

۴۵۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد سوم، صفحات ۱۷۸۲-۱۷۸۳

۴۶۔ محمد بشیر حسین، حوالہ مذکورہ، جلد دوم، ص ۲۳۹

۴۷۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۲۲۳

۴۸۔ منظور احسن عباسی، تفصیلی فہرست مخطوطات فارسیہ پنجاب۔ پبلک لائبریری-لاہور، لاہور: پنجاب پبلک لائبریری، ۱۹۶۳ء، صفحات ۱۰۵-۱۰۶

۴۹۔ شاہ ولی اللہ، ہمعات (تصحیح وتحشیہ نورالحق علوی، غلام مصطفیٰ قاسمی)، حیدر آباد سندھ: اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی، ۱۹۶۴ء، ص ۱۳۵

۵۰۔ محمد بشیر حسین، حوالہ مذکورہ، جلد دوم، ص ۲۴۳۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد سوم، ص ۱۸۴۹

۵۱۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد چہارم، ص ۲۲۴۱

۵۲۔ شاہ ولی اللہ، الطاف القدس فی معرفۃ النفس، گوجرانوالہ: ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، ۱۹۶۴ء، ص ۵

۵۳۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد سوم، ص ۱۳۵۷

۵۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کے مرکز ربوہ کے کتب خانے میں شاہ صاحب کی کتابوں کی موجودگی کے ممکنہ اسباب میں ایک سبب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے پہلے جانشین مولوی نور الدین بھیروی کو شاہ صاحب کی کتابوں کی تلاش رہتی تھی۔ شاہ محمد سلیمان پھلواروی (م۱۳۵۴ھ) کے نام مولوی صاحب کے دو خط ملتے ہیں- ۸ اپریل ۱۹۱۰ء(۱۳۲۸ھ) کے پہلے خط میں مولوی صاحب نے لکھا ہے: '' اس خاکسار کو تفہیمات الٰہیہ شاہ ولی اللہ دہلوی کا شوق ہے اور مختلف امکنہ سے اس کے اجزاء مجھے میسر آئے--- سید محمد حسن وزیراعظم پٹیالہ، مولوی عبدالعزیز ساکن کوم لدھیانہ، سید احمد ولی اللہی دہلوی سے، مگر پھر بھی کتاب پوری نہ ہوئی۔ خاکسار نے سید نورالحسن خان بالقابہ کو عریضہ لکھا اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا الاستاذ شاہ سلیمان پھلواروی کے پاس کامل نسخہ ہے، اس

لیے یہ عریضہ پیش خدمت کر کے امیدوار ہوں۔ کتاب کو اس طرح کامل کروں یا تو حضرت کے خدام میں کوئی کاتب ہو اور وہ لکھ دے یا حضور مجھ ہیچ میرز پر اعتماد فرمادیں--- یا کوئی اور تدبیر حضور کریں--- (ماہنامہ ''مہر نیمروز''- کراچی، اختر اور ینوی نمبر، ۱۹۷۷ء، ص۱۹)۔

شاہ محمد سلیمان پھلواروی نے ''تفہیمات الٰہیہ'' کا نسخہ مولوی نور الدین کو بھیج دیا۔ دوسرے خط میں مولوی نور الدین نے شاہ صاحب کی ایک دوسری کتاب ''خیر کثیر'' کے بارے میں لکھا: ''خیر کثیر شاہ ولی اللہ کا شوق تھا، مگر کسی نے مجھے رویاء میں کہا، خیر کثیر ہندوستان میں نہیں۔ ہندوستان کا لفظ علم رویاء میں وسیع معنی رکھتا ہے، وعندہ علم الکتاب، پھر ممکن ہے کہ خیر کثیر کے معنی وسیع ہوں۔'' (حوالہ مذکورہ)

ممکن ہے کہ ''تفہیمات الٰہیہ'' کے نسخے مولوی نور الدین کے ذخیرہ کتب کا حصہ رہے ہوں، اور آج ربوہ میں محفوظ ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مولانا عبید اللہ سندھی کے ہم ذوق شاگرد مولوی نور الحق علوی کی رحلت پر ان کا کتب خانہ خلافت لائبریری- ربوہ نے خرید لیا تھا۔ شاید شاہ صاحب کی کتابوں کے خطی نسخے اس راستے سے ربوہ پہنچ گئے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۵۵۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد سوم، ص ۱۷۹۳

۵۶۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۲۱۳۰

۵۷۔ ہجرۃ کونسل، حوالہ مذکورہ، ص ۳۴

۵۸۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد چہارم، ص ۲۴۶۴

۵۹۔ ہجرۃ کونسل، حوالہ مذکورہ، ص ۳۴

۶۰۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد یازدہم، صفحات ۹۷۲-۹۷۳

۶۱۔ ایضاً، جلد سیزدہم، صفحات ۲۵۸۸-۲۵۸۹

۶۲۔ محمد بشیر حسین، حوالہ مذکورہ، جلد دوم، ص ۲۵۴

۶۳۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد سوم، ص ۲۰۲۰

۶۴۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (مترجمہ محمد ایوب قادری)، کراچی: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۱ء، ص ۳۱۱

۶۵۔ نجم الاسلام، ''سندھی ادبی بورڈ کے مخطوطات''، ''تحقیق''(جام شورو- سندھ)، شمارہ ۵ (۱۹۹۱ء)، ص ۷۸

۶۶۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد چہاردہم، ص ۳۸۲

۶۷۔ وکیل احمد سکندر پوری، وسیلہ جلیلہ، لکھنو: مطبع یوسفی، س-ن، ص ۲۳۔ محمد ایوب قادری، مقدمہ'' مجموعہ وصایا اربعہ''، حیدر آباد سندھ: اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی، ۱۹۶۴ء، صفحات ۲۸-۳۰

۶۸۔ احمد منزوی، حوالہ مذکورہ، جلد دوم، ص ۱۰۴۹